اختلاف وانتشار کی
دنیا میں اتحاد کی دعوت
آؤ متحد ہو جائیں!
تالیف
غازی ملت
حضرت مولانا سید محمد ہاشمی میاں صاحب
کچھوچھوی
دارالفیض گنج بخش
لاہور

اختلاف وانتشار کی دنیا میں اتحاد کی دعوت

آؤ متحد ہو جائیں

از قلم

غازیٔ ملّت حضرت مولانا سیّد محمد ہاشمی میاں صاحب کچھوچھوی

دارالفیض گنج بخش

لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر ۶۹

نام کتاب	:	آؤ متحد ہو جائیں
تحریر	:	غازئ ملت حضرت مولانا سیّد محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی
تصحیح ونظر ثانی	:	حافظ اختر حبیب اختر
مطبع	:	آصف صدیق پرنٹرز' لاہور
طبع باراوّل	:	محرم الحرام ۱۴۴۱ھ/ستمبر ۲۰۱۹
ہدیہ	:	ایصالِ ثواب اُمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ملنے کے پتے

دارالفیض گنج بخش

۵۵۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری روڈ، ریلوے روڈ (گوالمنڈی)، لاہور

موبائل نمبر: 0321-4148064,0300-4009874

حکیم محمد سلیم مرتضائی، مرتضائی دواخانہ، بالمقابل گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سرگودھا روڈ، فیصل آباد

بیاد

حضرت شیخ سید علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز جنہوں نے برصغیر ہند میں ۱۰۴۱ تا ۱۰۷۱ عیسوی میں اسلامی تعلیمات کو پھیلایا۔ ان کا در فیض آج بھی کھلا ہوا ہے۔ نیاز مندان داتا گنج بخش اپنے دامن میں گوہر مراد بھر کر لے جاتے ہیں اور اپنی زبان قال و حال سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں

> گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
> ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

لاہور کے مستور الحال درویش حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے عشق رسول کا علم تھامے رکھا، محبت رسول کی شمع کو روشن رکھا، فکر رضا کو ایک عالمی تحریک بنایا، کتاب کی خوشبو کو پھیلا کر علم و عرفان کو عوام و خواص تک پہنچایا۔ فیض موسوی آج بھی جاری ہے۔ تلاش و جستجو کے متوالے ان کے مخزن علم سے برابر مستفید ہو رہے ہیں۔

> ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
> ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
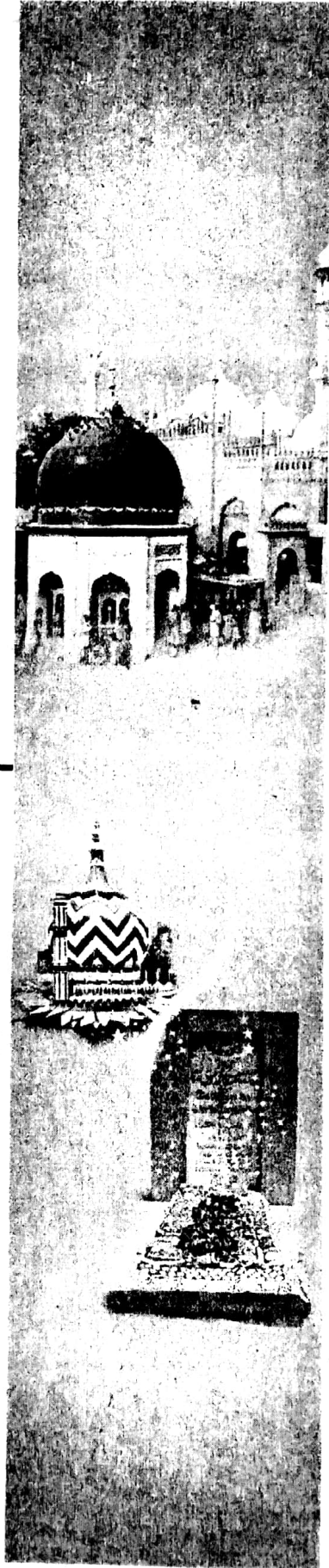
اعزاز

یہ کتاب حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ
کے بیسواں سالانہ عرس مبارک
ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ/۱۷ نومبر ۲۰۱۹ء
کے موقع پر تقسیم کی جارہی ہے

انتساب

عاشقِ سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یکے از بانیانِ تحریکِ پاکستان
رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی
کے نام

میاں زبیر احمد

آئینۂ خیال

منفعت ایک ہے اس قوم کا نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی' اللہ بھی' قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

ملت اسلامیہ کا شیرازۂ اتحاد و اتفاق کا انتشار یقیناً دردناک حادثہ اور پوری قوم کے لیے درسِ عبرت ہے' جس طرف دیکھئے نفاق و افتراق کا تباہ کن شعلہ بھڑک رہا ہے' جو ملت کے خرمن حیات کو کسی لمحہ جلا کر خاک کر دینا چاہتا ہے۔ تباہی و بربادی کا ہولناک طوفان بلائے بے درماں کی طرح ہم تک پہنچ چکا ہے۔ شر و فساد کا ایک سیلابِ عظیم ہے جو آن کی آن میں قوم کی کشتئ حیات کو گردابِ ہلاکت میں گم کر دینا چاہتا ہے۔ لیکن ان تلخ حقائق کے باوجود بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر فرد بشر برسرپیکار ہے۔ حالانکہ محسن انسانیت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ'' مؤمن (کامل) وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان سے (دوسرا) مؤمن محفوظ رہے۔

افسوس صد افسوس! (خود کردہ را علاج نیست) آج بھی اگر مسلمان صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتے' تعلیماتِ اسلامیہ کو مشعلِ راہ بناتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جو قوم صدیوں سربلند و سرفراز رہی ہو' آج وہی قوم ذلت و رسوائی کے غار میں سسکتی ہوئی نظر آتی؟

جہاں تک ہماری معلومات و مطالعہ کا سوال ہے' اس پر یقیناً بھروسہ نہیں کیا جا سکتا' لیکن مشاہدے اور آئے دن کے تجربات کی روشنی میں ہمیں یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ہماری تباہی و بربادی کی ذمہ داری بلا شبہ ان افراد پر ہے جو اسلام کے نام پر سیاسی و سماجی مفاد کے حصول میں لگے رہتے ہیں۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کو خوش گوار بنانے کے لیے ہر جائز و ناجائز

صورت اختیار کرتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دل ودماغ میں مذہب وملت کا نہ کوئی درد ہے اور نہ کوئی دلچسپی مگر وہ دن دور نہیں جبکہ دنیائے فانی سے راہِ بقا کی طرف جانا ہوگا' اور اللہ رب العزت کی بارگاہ بے کس پناہ میں اپنے کئے کا جواب دِہ ہونا ہوگا۔ سوچو! کس قدر دشوار گزار ہوگی وہ منزل جبکہ دنیا میں گزارے ہوئے پل پل کا حساب چکانا ہوگا' مذہب وملت سے غداری کرنے والوں کے لیے آخرت کے بھیانک انجام کے تصور ہی سے مؤمن کا دل کانپ اُٹھتا ہے۔

مختصر یہ کہ اگر آج بھی ہم چاہیں' خصوصاً نام نہاد رہنمایانِ قوم اس بات پر آمادہ ہوجائیں تو آج بھی ہم ایک ہوسکتے ہیں' اگر ہم سے ایسے لوگ جو مذہب سے زیادہ اپنے مفاد کے حصول میں فساد بین المسلمین کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں اور اسلاف اُمت واکابرین ملت پر کیچڑ اُچھالتے رہتے ہیں' انہیں ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ ایسے افعال جن سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہے' ترک کردیں اور اگر اللہ توفیق دے تو خود بھی اُمتِ مسلمہ کو اس بات کی دعوت دیں کہ آؤ متحد ہوجائیں!

فقط: سید محمد جیلانی محامد
ایڈیٹر المیزان' بمبئی/ ۱۵ اپریل ۱۹۷۳ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حضرات سامعین!

اس دور پُر آشوب میں ایک طرف ’’دینِ اسلام‘‘ کے خارجی دشمن ہم پر طرح طرح کے حملے کررہے ہیں تو دوسری طرف کچھ داخلی دشمن بھی اسلام کی حقیقی صورت مٹانے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ لیکن باخبر حضرات جانتے ہیں کہ کھلے ہوئے دشمن سے اس قدر ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہوتا جتنا کہ ہم رنگ جماعت بننے والوں سے نقصان پہنچ جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کی انتہائی بدقسمتی ہے کہ ان کی گود میں پلے ہوئے بچے بڑے ہوکر صحیح تعلیم وتربیت نہ ہونے کی بناء پر کسی آنی وفانی منفعت کی اُمید پر بعض باطل مذاہب کے پیرو بن گئے ہیں، اور چند مہمل اور غلط اصولوں کی حمایت کے لیے آج وہ اسلام اور روحِ اسلام سے غافل ہوکر خود مذہبِ حق پر اعتراض کرکے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

کوئی کسی کو مرتد وزندیق کہہ کر خارج از اسلام قرار دیتا ہے، کوئی کسی کو اہلِ بدعت گمان کرتا ہے، اس ماحول نے یقینی طور پر موجودہ ماحول کو مکدّر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ شیرازۂ اتحاد واتفاق منتشر نہ ہونے پائے اور قوم کا ہر فرد اسلامی دھاگے میں پرو اُٹھے، سارے بنیادی وفروعی اختلافات مٹ جائیں تو اس کا واحد علاج یہ ہے کہ سارے کے سارے مسلمان ’’لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ‘‘ کے واحد پلیٹ فارم پر بلاتفریق ذات پات اور اونچ نیچ کے مجتمع ہو جائیں۔ وما علینا الا البلاغ!

(یہ کہتے ہوئے مولانا نے یونیورسٹی کے ہال میں اپنی تقریر ختم فرمائی، تقریر یونیورسٹی کے ماحول کے مطابق ہونے کی وجہ سے بڑی مؤثر ثابت ہوئی۔ طلباء میں ایک عجیب سی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے دن اتوار تھا، صبح اُٹھتے ہی قمر اپنے کمرہ سے نکل کر انور سے ملنے گیا۔)

قمر: (کمرہ میں داخل ہوتے ہوئے) السلام علیکم! انور صاحب۔

انور: (جواب دیتے ہوئے) وعلیکم السلام! کہئے! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟

قمر: الحمدللہ! بخیر و عافیت ہوں۔

انور: کیسے زحمت فرمائی آپ نے؟

قمر: گزشتہ شب میں نے یونیورسٹی ہال میں جو آپ کے ساتھ مولانا کی تقریر سنی تھی، اس تقریر نے میرے دل و دماغ میں ایسی فضا بنادی ہے جو ایسی تحریک کی مقتضی ہے جو مسلمانوں کے درمیان پیدا شدہ اختلافات کو مٹا کر ایسی راہ پر گامزن کرے، جہاں پر مرتد و زندیق اور بدعتی و قبر پرست کی جگہ بھائی بھائی سا ماحول ہو، ایک کے درد کو سبھی محسوس کریں۔ کہئے انور صاحب! کیا یہ ممکن ہے؟ کیا کوئی راہ ایسی ہے جس پر تمام مسلمان ایک ساتھ چل سکیں؟ یہی سوالات ہیں جن کے جواب کا متلاشی ہوں، اور آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

انور: اگر افہام و تفہیم کے لیے اپنی گفتگو کو شروع کریں تو حتی الامکان میں کوشش کروں گا کہ آپ مطمئن ہوسکیں۔

قمر: یہ بات تو مسلّم ہے کہ موجودہ دور میں دینِ اسلام فقہی حیثیت سے حنفیت، شافعیت، مالکیت اور حنبلیت پر منقسم ہے اور حق انہیں چاروں پر منحصر ہے۔ رہ گئی اسلام کی اصولی حیثیت تو اس میں تقسیم نہیں اور اس میں چاروں مذہب ایک پلیٹ فارم پر ہیں۔ فقہی اختلافات کے باوجود ان چاروں مذاہب کے حق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی پیرو بننا نجات حاصل کرنے کے لیے کافی ہے، گویا ان چار مکتبۂ فکر کے علاوہ دیگر جماعتیں باطل و گمراہ ہیں۔

انور: بجا ارشاد ہے۔

قمر: پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حنفیوں نے اپنے آپ کو دو ٹولیوں میں کیوں بانٹ کرلیا؟

انور: حنفیوں نے......دو ٹولیوں میں......اس کا کیا مطلب؟

قمر: ارے! یہی کہ کچھ بریلوی ہیں اور کچھ دیوبندی۔

انور: شاید آپ کو مغالطہ ہو گیا ہے یا تشکیکِ مشکِک کا شکار ہو گئے ہیں۔ اس لیے کہ دیوبندی اور بریلوی ہونا مسلمان ہونے پر ہی دلالت نہیں کرتا چہ جائیکہ حنفی و شافعی وغیرہ پر دلالت کرے۔ کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بریلی اور دیوبند میں کثیر تعداد میں مشرکین اور کفار آباد ہیں،

ہاں عوام کی اصطلاح میں بریلوی سے مراد سنی اور دیوبندی سے مراد وہ لوگ ہیں جو علمائے دیوبند کے عقائد و نظریاتِ باطلہ کو بھی حق اور صحیح سمجھتے ہیں' بایں ہمہ دونوں ہی اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت کا پیرو بتاتے ہیں۔

قمر: آپ کی بات سے یہ مفہوم مترشح ہوتا ہے کہ عوامی اصطلاح میں خواہ کوئی سنی ہو یا دیوبندی، دونوں اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت کا پیرو' نیز مسلک حنفیہ کا مقلد بتاتے ہیں۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ دونوں باعتبارِ مسلک ایک ہیں لیکن بعض اختلافات کی بناء پر دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں، اور اگر یہ اختلافات ختم ہو جائیں تو دونوں حضرات اہل سنت و جماعت کے واحد پلیٹ فارم پر بلا چون و چرا اکٹھے ہو سکیں گے۔

انور: اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے شہ رگ پر انگلی رکھ دی ہے لیکن کوئی بھی اختلاف اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس اختلاف کے ختم کرنے کی تحریک جذبہ صادق' مذہبی خلوص اور للّٰہیت پر مبنی نہ ہو، اور اگر کہیں اقتدار کی ہوس و خواہش اور شہرت و دولت کی طمع دامن گیر رہی تو معمولی سا معمولی مسئلہ بھی سلجھنے کے بجائے اُلجھنے لگتا ہے، اور دھیرے دھیرے وہ چین کی دیوار بن جاتا ہے جسے ضربِ شدید کے بعد بھی نہ توڑا جا سکے۔

قمر: اس میں کیا شک ہے' بے خلوص و محبت کے قربِ الٰہی تو بڑی چیز ہے' انسان شفقتِ پدری سے محروم ہو جاتا ہے' لیکن بہر حال صاحبانِ فہم و فراست کو تو کوئی ایسی راہ اعتدال پیدا کرنی چاہیے کہ یہ اختلافات خود بخود دفنا ہو جائیں۔

انور: آپ اتحاد و اتفاق کے لیے کمر بستہ نظر آتے ہیں اور لگتا ہے کہ جانبین کی شکایات کو بڑے ٹھنڈے دل سے سن کر کوئی ایسی لچک (جس میں شرعی قباحت نہ ہو) پیدا کریں گے' جس سے منتشر شیرازۂ اتحاد پھر سے ایک ہی دھاگے میں پرو اُٹھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بڑا ہی قابلِ صد تحسین اقدام ہوگا۔

قمر: تو پھر ہم اور آپ دونوں کے اختلافات کا جائزہ لیں۔

انور: دیکھئے جناب! موٹی بات تو یہ ہے کہ سنی' دیوبندیوں کو کافر و مرتد قرار دیتے ہیں اور دیوبندی سُنّیوں کو قبر پجوا (قبر پرست) اور بدعتی کہتے ہیں، تو میرے خیال میں پہلے یہ دیکھا جائے کہ

دیوبندی لوگ سنیوں کو بدعتی یا قبر پرست کیوں کہتے ہیں؟ اگر ان کا کہنا درست ہے تو کون سی راہ پیدا کی جائے جس سے یہ لوگ سنیوں کو بدعتی یا قبر پرست نہ کہیں۔

قمر: ہاں! بالکل ٹھیک۔ میں دراصل اسی نہج پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ فی الواقع میں بھی بریلی مکتبۂ فکر کے لوگوں کو بدعتی و قبر پرست اب تک سمجھتا رہا ہوں۔

انور: کیوں؟

قمر: اس لیے کہ آپ اعراس اولیائے کرام ہی کو دیکھیں۔ وہ کون سی بُرائیاں ہیں جو اس موقع پر معرضِ وجود میں نہ آتی ہوں' بالخصوص بے پردگی اور زنا وغیرہ کا تو بازار گرم رہتا ہے، اور اس موقع پر احکامِ شرعیہ کے جا بجا ٹکڑے اُڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، اور اس پر ظلم یہ کہ ان تمام باتوں کو عرس کے پردے میں چھپا کر فعل مستحب قرار دیا جاتا ہے۔ فاتحہ ہی کو دیکھ لیجئے! اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیے کتنا حسین ذریعہ بنا لیا گیا ہے' عمدہ قسم کی مٹھائی یا بہترین حلوے کو سامنے رکھا' کچھ آیاتِ قرآنیہ پڑھیں اور ہضم کر گئے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ آیا پڑوسی پہ کیا بیت رہی ہے' اچھا اسے بھی نظر انداز کر دیا جائے لیکن موسیقی جو یقیناً حرام ہے' کیا خانقاہوں میں پرورش نہیں پارہی ہے' انور صاحب! وہ کون سی خانقاہ ہے جہاں قوالی نہ ہوتی ہو؟ تعزیہ داری ہی کو ملاحظہ فرمایئے جو کہ شیعوں کی اپنی ایجاد ہے۔ کثرت سے بریلوی حضرات کرتے ہیں اور خود کو مستحقِ ثواب تصور کرتے ہیں۔ آپ کو تو اولیاء اللہ کے مزارات سے کافی دلچسپی ہے' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بہت سے بریلوی حضرات معبودِ برحق کو چھوڑ کر ایک غیر خدا کے حضور میں سربسجود نظر آتے ہیں' کیا یہ شرک نہیں؟ کیا یہ اس مردِ مؤمن پر زیب دیتا ہے جس کی مقدس پیشانی ایک مرتبہ بھی بارگاہِ ایزدی میں جھک چکی ہو؟ جس نے معبودِ حقیقی کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں پہن لیا ہو؟ خیر! یہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ جہالت جاہل ہے لیکن اس کا کیا کیجئے گا کہ میں نے اکثر علماء اور صاحبانِ علم کو مزارات پر چادر اور پھول چڑھاتے ہوئے دیکھا ہے' کیا کسی کے مرجانے کے بعد اس کی قبر کی مٹی کے ڈھیر کو پوجنا اور اس کی آؤ بھگت کرنا اسلام جیسے طیّب و طاہر دین نے سکھایا ہے؟ یہ بدعاتِ غلیظہ نہیں ہیں تو پھر اور کیا ہیں؟

اور اس طرح کے اور مسائل مثلاً تیجا' چالیسواں وغیرہ میری سمجھ میں آج تک نہیں آئے۔ یہ بھی عجیب

بات ہے کہ ایک طرف تو یہ بریلوی حضرات اپنے آپ کو کتاب وسنت کا متبع کہتے ہیں اور دوسری طرف ان خرافات میں گھرے ہوئے ہیں آخر ایسا کیوں ہے؟ للہ! میری رہنمائی فرمائیے۔

انور: قبل اس کے کہ آپ کے شکوک کو رفع کروں اور آپ کے سوالات پر روشنی ڈالوں' مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ آپ بدعت کی حقیقت کو سمجھ لیں' اگر بدعت وہ ہے جو حضور آیۂ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہ رہی ہو تو موجودہ تمام چیزیں قریب قریب بدعت میں داخل ہو جائیں گی۔ جسے ہم آپ روزمرہ استعمال کرتے ہیں' مثلاً موٹر سائیکل' ٹرین اور بجلی وغیرہ، اور اگر بدعت اس فعل کو کہتے ہیں جو افعالِ حسنہ میں شمار کیا جاتا ہو' در آں حالیکہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا' مثلاً عرس اور فاتحہ وغیرہ تو کوئی بھی معترض اعتراض کر سکتا ہے کہ جناب...... قرآن کو کتابی شکل دینا' تراویح پڑھنا' مدارسِ اسلامیہ موجودہ طریقے کے مطابق بنانا' مساجد کو دلکش بنا کر نقش و نگار سے سنوارنا' کیا باعث اجر و ثواب نہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہ سب چیزیں اس طور پر نہیں تھیں' اور بعض تو بالکل نہیں تھیں، تو کیا ان سب اُمور کو بدعاتِ غلیظہ کہنے کی جرأت کی جا سکتی ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ شریعت میں جو چیز مستحسن اور باعثِ اجر و ثواب ہو وہی چیز بدعتِ غلیظہ بھی کہی جائے۔ لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ بدعت اس فعل کو کہتے ہیں جو سرکار کے زمانۂ پاک کے بعد معرضِ وجود میں آیا ہو' اس کی دو شکلیں ہیں: اوّل یہ کہ اس فعل کی کتاب و سنت میں کوئی اصل موجود ہو۔ دوم یہ کہ اس فعل کی کتاب وسنت میں کوئی اصل موجود نہ ہو' اوّل الذکر کو بدعتِ حسنہ کہیں گے جیسے قرآن کو کتابی شکل دینا' عرس کرنا' مدارسِ اسلامیہ کھولنا' فاتحہ پڑھنا' نقش و نگار سے بھرپور مسجد بنوانا وغیرہ وغیرہ، اور اس طرح کے تمام اُمور پر عمل کرنا یقیناً کارِ خیر ہوگا، اور آخر الذکر کو بدعتِ سیئہ کہیں گے' مثلاً قبروں پر سجدے کرنا' قوالی سننا' آتش بازی اور تعزیہ داری وغیرہ' کیونکہ یہ خلافِ احکامِ شرع ہیں۔

اس کلیہ کو جان لینے کے بعد اب میں آپ کے سوالات کو دُہراتا ہوں' سب سے پہلے آپ نے عرس کے ہنگامے پر روشنی ڈالی ہے اور اس سلسلہ میں یہ فرمایا ہے کہ بے پردگی اور زنا وغیرہ کا بازار گرم رہتا ہے' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں فعل بدترین افعال میں سے ہیں' لیکن جناب! عرس ان افعال کا نام نہیں بلکہ عرس اس مقدس اجتماع کا نام ہے جس میں علماء کرام'

مشائخ عظام اور عوام مجتمع ہو کر آیاتِ قرآنیہ اور کلماتِ اسلامیہ کو کثرت سے پڑھ کر صاحبِ مزار کی روح کو بخشتے ہیں، اور ان کی روح نیز اپنے لیے دعا کرتے ہیں کہ اے معبودِ برحق! جو ہم نے پڑھا ہے، جو کچھ فقراء کو کھلایا ہے اور جو کچھ شیرینی تقسیم کی ہے، اسے تُو اپنی رحمت سے قبول فرما لے! اور اے ہم سب کے پالنہار! تُو انہیں نیک بندوں کے راستہ پر چلنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرما، اور پھر علماء و مشائخ مجمع عوام میں اللہ تعالیٰ کے اس نیک اور پسندیدہ بندے کی حیاتِ طیبہ پر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ عوام و خواص کے لیے مشعل راہ بنے، گویا یہ ایک اصلاحی اور روحانی پروگرام ہے۔ قمر صاحب! یہی عرس ہے اور یہی اس کا مقصد جس کی بنا اللہ کے بلند پایہ اور برگزیدہ بندوں نے ڈالی۔ اب رہا یہ کہ پسِ پشت افعالِ غیر شرعیہ بھی پرورش پا رہے ہیں اور عوام راہِ جہالت پر بڑھتے جا رہے ہیں تو اس کے لیے ہم اور آپ مل کر روک تھام کریں۔ عورتوں کو مزارات پر قطعی نہ جانے دیں تاکہ نہ بے پردگی ہو سکے اور نہ عیاشی کا بازار سج دھج سکے، کیونکہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری، لیکن اس کے لیے عرس جیسی اصلاحی اور روحانی بزم ہی کو ختم کر دیا جائے جو باعثِ اجر و ثواب ہے، بالکل نامناسب سمجھتا ہوں آپ کا کیا خیال ہے؟

قمر: اگر عرس کا یہی مفہوم ہے جو آپ نے فرمایا تو پھر میرے خیال میں اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں؟ اور پھر انور صاحب! فاتحہ کو بھی بُرا نہیں کہا جا سکتا۔ خیر یہ باتیں تو تسلیم کر لینے کے قابل ہیں، لیکن قبر پر سجدہ، اور چادر و پھول چڑھانا، مجھ کو اہلِ ہنود کی نقل معلوم ہوتی ہے۔

انور: جہاں تک قبر پر سجدہ کرنے کا معاملہ ہے وہ تو یقیناً غیر شرعی ہے، خواہ ایسا کرنے والا بریلوی ہو خواہ دیوبندی، گنہ گار ضرور ہوگا۔ اگر قبر پر سجدہ کرنے والا صاحبِ مزار کو خدا یا معبود سمجھ کر سجدہ کرے گا، تو وہ دائرۂ اسلام سے ہی خارج ہو جائے گا۔

قمر: سبحان اللہ! آپ واقعی بڑے منصف مزاج معلوم ہوتے ہیں۔

انور: اب رہا قبر پر پھول چڑھانے والا مسئلہ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مناسب اور بہتر فعل ہے اس لیے کہ یہ سنت ہے۔ قمر صاحب! آپ اس کو جانتے ہیں کہ پھول قسم نباتات سے ایک تر چیز ہے، جب تک اس میں تری ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے جیسا کہ ارشادِ عالی ہے کہ "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ" اور اس تسبیح سے صاحبِ قبر کو اُنس ہوتا ہے اور اسی لیے رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قبروں پر شاخیں جمائیں۔ صحیح بخاری شریف [ا] میں ہے: ''ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَسَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ''، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تر شاخ لے کر اس کے دو حصے کئے اور ہر قبر میں ایک جمایا۔ علماء نے اس حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھول وغیرہ ڈالنے پر استدلال کیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اس حدیث کی شرح فرماتے ہیں:

''وتمسک کنند ایں جماعت بایں حدیث درانداختن سبزہ وگل ریحاں بر قبور''۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۶۱، مطبوعہ کلکتہ)

لہٰذا قمر صاحب! قبروں پر پھول چڑھانے کے بارے میں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ اب رہا قبر پر چادر چڑھانا، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ پردے قبر پر مکروہ ہیں اور چادر بھی ایک پردہ ہے، لہٰذا اس میں بھی کراہت ہے، لیکن چادر بزرگوں کے مزار پر صرف اس غرض سے ڈالی جاتی ہے کہ عوام کی نظر میں ان کی تعظیم ہو اور زائرین ادب سے حاضر ہوں، کیونکہ قبر کے اندر لیٹا ہوا انسان اللہ کا ایک پیارا اور پسندیدہ بندہ ہے۔

ردالمحتار جلد ۵ صفحہ ۲۳۹ میں مذکور ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

''بعض فقہاء نے پردے، عمامے اور کپڑے صالحین اولیاء کی قبروں پر ڈالنے کو مکروہ رکھا، فتاویٰ حجہ میں ہے کہ پردے قبروں پر مکروہ ہیں، لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس وقت جبکہ عوام کی نظر میں تعظیم مقصود ہو تاکہ صاحبِ قبر کو حقیر نہ جانیں اور غافل زائر سے طلبِ ادب و اخلاص منظور ہو تو جائز ہے کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے''۔

قمر: اچھا، اچھا! جس طرح ایک کتب خانے میں ہزاروں کتابوں کے درمیان ایک کتاب ایسی ہو جس پر غلاف چڑھا ہوا ہو تو انسان پہلی نظر میں سمجھ لیتا ہے کہ یہ کتاب اللہ ہے۔ لہٰذا بڑے ادب و احترام سے باوضو ہو کر چھوتا ہے، اسی طرح سے ایک قبرستان میں سینکڑوں مزاروں کے درمیان ایک مزار ایسا بھی جس پر چادر چڑھی ہوئی ہو تو ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مزار اللہ کے کسی بلند پایہ اور برگزیدہ بندے کا ہے، لہٰذا بڑے ادب و احترام کے ساتھ یہاں پر حاضر ہونا چاہیے۔

ا۔ کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ حدیث بخاری، جلد اوّل صفحہ ۱۸۴ پر بھی ہے۔ (نعمانی)

انور: جی ہاں! آپ نے میرے کہنے کا مقصد پوری طور سے سمجھ لیا۔

قمر: واقعی آپ لوگوں کا فعل کسی نہ کسی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے، انور بھائی! یہ سب باتیں تو سمجھ میں آ گئیں کہ عرس کرنا، فاتحہ کرنا، چادر چڑھانا اور پھول چڑھانا تو ٹھیک ہے بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے لیکن سماع اور تعزیہ داری کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

انور: کیا آپ نے علماء کرام کے فتاوٰے نہیں دیکھے، وہ مروّجہ تعزیہ داری کو مطلقاً اور سماع کو بشرط نااہلیت غیر شرعی قرار دیتے ہیں۔ محفلِ سماع سے متعلق تو آپ نے یہ قول سنا ہوگا: ''لاھلہ حلال ولغیرہ حرام'' گویا اہل والے کے لیے جائز اور نااہل کیلئے ناجائز وحرام۔ میرے خیال میں آپ ان اُلجھنوں میں نہ پڑیں کہ کون اہل ہے اور کون نااہل۔ آپ کے لیے تو بہتر یہ ہے کہ اپنے کو نااہل سمجھتے ہوئے قوالی ہی نہ سنئے اور جو سنتے ہیں انہیں سمجھائیے بجھائیے اور اگر نہ مانیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔

قمر: واللہ! آپ نے بلاتعصب حقیقت کی نقاب کشائی فرمائی ہے، اور جی بھی چاہتا ہے کہ آپ کی بات بلاچون وچرا کے مان لوں۔ اگر بریلوی مکتبۂ خیال کے لوگوں کا نظریہ میرے پیدا کردہ سوالات کے بارے میں وہی ہے جو آپ نے بتلایا تو دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ میں کہہ دوں کہ فی الواقع بریلوی مکتبۂ فکر والے نہ تو بدعتی ہیں اور نہ ہی قبر پرست بلکہ خالص حنفی ہیں۔

انور: میں نے اپنے علم کے مطابق آپ کو سمجھانے کی کوشش کی اور بحمداللہ! آپ بہت کچھ سمجھ گئے ہوں گے، گویا ہماری آپ کی گفتگو سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ جن باتوں کی بناء پر دیوبندی لوگ سنیوں کو بدعتی کہتے ہیں وہ محض الزام ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں، اور بریلوی حضرات کے یہ افعال مثلاً عرس و فاتحہ، چادر و پھول چڑھانا دراصل کارِ ثواب ہے، نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ ہی سنت مؤکدہ ہی ہے۔ کرنے والے کو ثواب ملے گا اور نہ کرنے والے کو کوئی عذاب بھی نہیں، کیونکہ نوافل اور مستحبات ہی دیکھ لیجئے کہ ان پر عمل کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اور نہ عمل کرنے والے پر کوئی عذاب بھی نہیں، لیکن اگر کوئی کسی کو نوافل یا مستحبات سے روکے تو گنہگار بے شک ہوگا۔ اسی طریقہ سے عرس وفاتحہ اور دیگر افعالِ حسنہ سے روکنے والا آدمی مرتکبِ گناہ ہوگا۔ آپ سمجھے قمر صاحب!

قمر: خوب سمجھ رہا ہوں، آپ صحیح فرما رہے ہیں، میں بہت بڑی غلطی پر تھا، اللہ کا شکر ہے کہ لاعلمی کی

دیوار گر پڑی اور حقیقت خود بخود میرے سامنے بے نقاب ہوگئی۔

انور: آپ نے جتنے بھی سوالات کئے تھے وہ تو اعتراضات تھے جو دیوبندی مکتبۂ خیال کے لوگوں کی جانب سے بریلوی مکتبۂ خیال کے لوگوں پر کئے جاتے ہیں، اور میں نے جنہیں بہت ہی سکون و اطمینان کے ساتھ آپ کی خدمت میں سلجھا کر پیش کر دیا۔ لیکن ابھی تو بریلوی حضرات کے ان اعتراضات پر بھی غور کرنا ہے جو دیوبندیوں پر کئے جاتے ہیں۔

قمر: لیکن ان اعتراضات کا بھی تحلیل و تجزیہ اسی سطح پر کیا جائے گا جیسا کہ آپ نے میرے سوالات اور اعتراضات کا کیا ہے۔

انور: آپ مطمئن رہئے! میں ان شاء اللہ تعالیٰ! تعصب اور بدنیتی کو قریب سے بھی گزرنے نہ دوں گا۔ سنئے قمر صاحب! سنیوں کو دیوبندیوں سے کسی ایک یا دو مسئلوں پر اختلاف نہیں ہے بلکہ بہت سارے مسائل پر لڑتے رہتے ہیں' لیکن ہاں چند اختلافات ایسے ہیں جن کی بناء پر یہ بریلوی حضرات دیوبندیوں کو کافر و مرتد اور گمراہ و بددین کہتے ہیں' یعنی دیوبندیوں میں کچھ باتیں ایسی ہیں جو کفر وارتداد تک پہنچ گئی ہیں، اور کچھ محض گمراہی اور بددینی ہی تک رہ گئی ہیں۔ اگر ہم اور آپ قوانین و ضوابط اسلامیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں کوئی راہِ عافیت ڈھونڈ نکالیں تو باقی تمام اختلافات اپنے آپ فنا ہو جائیں گے۔

قمر: ٹھیک ہے!

انور: قمر صاحب! ذرا یہ تو بتایئے کہ اگر میں کہوں کہ دیکھئے قمر صاحب میں آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا اس لیے آپ کا کیا اعتبار' آپ جھوٹ بول سکتے ہیں اور جن لوگوں کی صحبتوں کا اثر آپ قبول فرما رہے ہیں خواہ وہ عالم ہوں یا زاہد و عابد' سب کے سب جھوٹ بول سکتے ہیں۔ تو آپ مجھ کو ایمانداری سے بتلایئے کہ آپ میری اس گفتگو سے اپنی اور اپنے احباب و علماء کی توہین نہیں محسوس کریں گے؟

قمر: یقیناً میں اسے توہین پر محمول کروں گا۔

انور: اسی طریقہ سے سنی حضرات کہتے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے خدائے قدوس کی شان میں گستاخی کی ہے۔ مثلاً مولوی اسماعیل صاحب "مقتول" رسالہ یکروزی ص ۱۵۰ پر

رقمطراز ہیں: ''ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہو''۔ حالانکہ قرآن میں اعلانِ خداوندی ہے کہ ''وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا'' اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۴ میں ہے: ''اِنَّ تَجْوِيْزَ الْكِذْبِ عَلَى اللّٰهِ مُحَالٌ'' اللہ پر جھوٹ تجویز کرنا محال ہے۔ اور اسی کے جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ پر ہے: ''اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَّظُنَّ بِاللّٰهِ الْكِذْبَ بَلْ يَخْرُجُ بِذَالِكَ عَنِ الْاِيْمَانِ'' کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ پر جھوٹ کو گمان کرے، بلکہ گمان ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ لیکن مولوی اسماعیل صاحب کہتے ہیں کہ ''ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہو''۔ دیکھا قمر صاحب آپ نے۔ گویا اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ جھوٹ جیسے بدترین اور غیر مہذب فعل قبیح کو استعمال کر سکتا ہے، اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ''براہین قاطعہ'' صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں: ''امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نکالا نہیں، قدماء میں اختلاف ہے''۔ ہم بھی ڈوبیں گے مگر یار کو لے ڈوبیں گے۔ خدا پر جھوٹ ثابت کرنے کے لیے قدماء کو بھی نہیں بخشا۔ قمر صاحب!

وہ بات جو ہم اپنے اور اپنے احباب کے لیے برداشت نہیں کر سکتے، اسے اللہ کی ذات کے ساتھ سمجھنا، یا اسے عقیدہ بنا لینا کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟

قمر: کیا واقعی وہ لوگ ایسا لکھ گئے، مجھے بڑی حیرت ہو رہی ہے۔

انور: جی ہاں! ان کی یہ کتابیں بازار میں بڑی بے پردگی کے ساتھ بک رہی ہیں، جب جی چاہے دیکھ لیجئے! یہیں پر آ کر مجھ کو بے حد ملال ہوتا ہے کہ اتحاد و اتفاق کے لیے تو کوئی کوشش نہیں کرتا، ہاں آتشِ نفاق کو بھڑکانے کے لیے جب بھی دیکھو دامن کی ہوا دیتا نظر آتا ہے۔

قمر: ''خدا پر امکان کذب'' یہ تو انور صاحب بالکل لغو ہے، کچھ اور گفتگو کیجئے!

انور: علم غیب کے مسئلے ہی کو لیجئے! مولوی اشرف تھانوی لکھتے ہیں:

''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب! اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علمِ غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔ (حفظ الایمان، ص ۸)

دیکھا جناب آپ نے! اگر رسول کو بعض علمِ غیب ہے تو یہ نہ تو خوبی کی بات ہے اور نہ کوئی بڑائی ہی

ہے کیونکہ ایسا علمِ غیب جانوروں اور پاگلوں کو بھی حاصل ہے۔ (معاذ اللہ!)

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ اگر میں یہ کہوں: مجھ کو قمر صاحب آپ کی گفتگو سے کیا فائدہ؟ کیوں کہ آپ کو تمام علوم پر قدرت نہیں' صرف بعض علوم کے جاننے سے آپ کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے، ایسے علوم تو جمیع چرند و پرند' پاگلوں اور احمقوں میں پائے جاتے ہیں، تو سینے پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ کیا آپ مجھ کو گستاخ نہ سمجھیں گے؟

قمر: یقیناً بے ادبی اور گستاخ کہی جائے گی۔

انور: تو جب اس قسم کی بات کوئی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کہے گا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا گستاخ و بے ادب سمجھا جائے گا' خواہ وہ اپنے وقت کا حکیم الامت اور مجد دِ دین وملت ہی کیوں نہ سمجھا جاتا ہو۔

قمر: بھائی انور صاحب! ''رسول کا علمِ غیب جانوروں یا پاگلوں جیسا ہے'' کا کہنا اسی وقت گستاخی کہی جائے گی جب یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی رسول ﷺ کو علمِ غیب تھا' اس لیے کہ رسول کو خدا نہ کہنا رسول کی توہین نہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ خدا ہیں ہی نہیں۔

انور: جی ہاں! یہی تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ رسول ﷺ کا علمِ غیب پر مطلع ہونا نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ قرآن ببانگ دہل اعلان فرما رہا ہے کہ ''مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ'' (ترجمہ:) ''اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے' ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے''۔ (پارہ ۴' رکوع: ۹' آل عمران)

اور یہ بھی ارشادِ ربانی ہے: ''عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ'' (ترجمہ:) ''غیب کا جاننے والا تو اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا' سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے''۔ (پارہ ۲۰' رکوع: ۱۲)

یہیں تک نہیں اور یہ بھی فرماتا ہے: ''تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ'' (ترجمہ:) ''یہ غیب کی خبریں ہیں' ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں''۔ (پارہ ۱۲' رکوع: ۴)

اس سے زیادہ واضح طریقے سے اللہ اپنے محبوب کی شان اُجاگر فرما رہا ہے کہ ''وَمَا هُوَ عَلَى

الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ'' (ترجمہ:)''اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں''۔(پارہ ۳۰'رکوع:۶) گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ اے لوگو! میں نے اپنے رسول کو صرف غیب داں ہی نہیں بنایا بلکہ غیب کی باتوں کو بتانے میں بے حد سخی بنایا ہے۔تو اب بتائیے! قمر صاحب کہ رسول کا غیب دان ہونا قرآن سے ثابت ہو گیا کہ نہیں؟ اسی طرح قرآن کی دیگر آیاتِ طیبات رسول کے غیب داں ہونے پر روشنی ڈالتی ہیں' لیکن گفتگو طویل نہ ہونے پائے' میں انہیں آیات پر اکتفا کر رہا ہوں۔

قمر: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ غیب کا مسئلہ تو بالکل اظہر من الشمس ہے' پھر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کیوں پھسل گئے؟

انور: جناب! پھسلنے والوں کی تعداد کافی ہے' بطور نمونہ پیش کرتا ہوں: ''اثبات علمِ غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے'' (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳ صفحہ ۷)۔ ''علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے' اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں'' (از فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳ صفحہ ۴۳)۔

قمر: (طنز کرتے ہوئے) تو کیا متبع قرآن بھی بسبب اتباع قرآن مشرک ہو سکتا ہے؟

انور: ارے جناب! بس سنتے جائیے۔

''انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں''۔(از مسئلہ علم غیب' صفحہ ۲)

اب ذرا مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے:

''اللہ کا سا علم کسی اور کو ثابت کرنا' سو اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے' خواہ یہ عقیدہ انبیاء' اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے۔غرض اس عقیدے سے ہر طرح کا شرک ثابت ہوتا ہے''۔

قمر صاحب! خط کشیدہ جملہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے دینے سے بھی رسول کو علمِ غیب نہیں حاصل ہو سکتا' پھر تو اس میں یا تو یہ مجبوری ہو کہ رسول اس کے اہل نہیں۔گویا اللہ مجبور یا رسول نا اہل ثابت ہوئے۔حالانکہ قرآن جو پیکر حق و صداقت ہے' اعلان فرما رہا ہے:

''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ'' ''اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

تو قمر صاحب! اگر ہمارے نبی بقول مولوی اشرف علی و دیگر علمائے مذکورہ کے غیب ہی نہیں

جانتے تو پھر فرمانِ الٰہی کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے کہ میرا رسول غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

قمر: لاحول ولاقوۃ الا باللہ! جب انور صاحب جھگڑے کی بنیاد ہی اللہ اور رسول پر ہے۔ تو پھر کیسے اتحاد و اتفاق ممکن ہے؟

قمر ایک سرد آہ کھینچتے ہوئے یہ شعر پڑھتا ہے:

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

انور: ہمت مرداں، مددِ خدا، ہم تو انہیں دعوتِ فکر و نظر دے ہی رہے ہیں، اللہ ہدایت دے۔

قمر: آمین! ان حضرات کی باتیں سن کر تو میری سانس پھولنے لگی۔

واعظ کو ذرا بھی فکر نہیں انجام مسلمان کیا ہوگا

(اتنے میں جاوید کمرہ میں داخل ہوتا ہے، یہ قمر صاحب کے ہم سبق (Classfellew) ہیں)

جاوید: ارے قمر میاں! یہ سر پر ہاتھ دھرے کیوں بیٹھے ہو؟ کیوں جناب! بہت خاموش کیوں بنے ہوئے ہیں۔

(انور بول پڑتا ہے)

انور: جاوید صاحب! آپ کے دوست قمر صاحب گزشتہ شب مولانا کی تقریر سن کر میرے پاس آئے اور حنفیوں میں جو دو گروپ (Group) سُنی اور دیوبندی بن گئے ہیں، ان کے درمیان پیدا شدہ اختلاف پوچھنے لگے، میں ابھی سارے اختلاف بیان نہ کر سکا تھا کہ ان کی یہ حالت ہو گئی۔ قمر صاحب کی یہ خواہش ہے کہ دونوں گروپ اپنے اختلافات مٹا کر مسلک حنفیہ کے واحد پلیٹ فارم پر مجتمع ہو جائیں لیکن شاید اب کچھ نا اُمید سے نظر آ رہے ہیں۔

قمر: نہیں! انور صاحب! مجھے اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ جب اس نے قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے تو وہ دروازۂ اتحاد بھی ضرور کھول دے گا۔

جاوید: (منہ سے بات چھینتے ہوئے) لیکن خلوص اور للّٰہیت شرطِ اوّل ہے۔

قمر: بے شک۔

جاوید: میں آپ حضرات کی گفتگو روزِ اوّل تا آخر سمجھ گیا۔ میری مانیں تو کچھ عرض کروں۔

"فرمائیے" (انور و قمر ایک ساتھ بولے)

جاوید: میری دو گزارش ہیں، پہلی گزارش بریلوی مکتبۂ فکر کے لوگوں کے نام اور دوسری گزارش دیوبندی مکتبۂ فکر کے لوگوں کے نام!

قمر: وہ کیا؟

جاوید: پہلی گزارش! اے بریلوی! آپ نہ حضرت نوح علیہ السلام کی اُمت سے ہیں کہ گمراہ قوم سے تنگ آ کر ان کے نیست و نابود ہو جانے کی دعا مانگیں، اور نہ ہی آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت سے ہیں کہ برگشتگانِ اسلام کو دریا میں ڈبونے کی تدابیر سوچیں، بلکہ آپ اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت ہیں جس کے بارے میں مشہور ہے:

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے گالی دی پتھر برسائے

اس پر چھڑکی پیار کی شبنم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

صبح کا بھولا ہوا اگر شام کو آ جائے تو اس کو بھٹکا ہوا نہیں کہتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی سے سبق حاصل کیجئے اور ان کی اسلام سے ماقبل اور مابعد کی سوانح حیات کو بار بار پڑھئے! اگر کوئی آپ کے بنیادی عقائد (ضروریاتِ دین) سے ٹکراتا ہو تو اس کو آپ خارج از اسلام کر دیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر کوئی شخص آپ سے فروعی مسئلے (عرس اور فاتحہ وغیرہ) میں اُلجھتا ہے یا اتفاق نہیں رکھتا تو اسے آپ خارج از اسلام کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں، آپ کرتے ہیں کیجئے! لیکن جو نہیں کرتا اس پر بے جا دباؤ کیسا؟ ہاں! سمجھانے بجھانے کا حق ضرور ہے۔

دوسری گزارش! اے دیوبندی مکتبۂ خیال کے لوگو! اگر آپ کے دل میں اسلام کا صحیح درد ہے، پرچم توحید کو لہراتا ہوا اور منصب رسالت کا ہر سو ڈنکا بجتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں، تو یاد رکھئے کہ آپ کی انفرادیت آپ کو کبھی بھی کامیاب نہ ہونے دے گی۔ آیئے! ہم سب پچھلے جھگڑوں سے اپنے دل و دماغ کو پاک و صاف کر کے ایک معبودِ برحق کے سامنے جس کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسی عظیم المرتبت شخصیت نے دی ہے۔ اپنی گردنوں کو جھکا کر عرض کرے کہ اے رحمۃ للعلمین کے پروردگار! ہم سیاہ کار ہیں، بدکار ہیں، ذرّہ ناچیز سے بھی زیادہ حقیر و ذلیل ہیں، ہمارے قلوب گہوارۂ بغض و کینہ ہیں۔ اسے اپنی رحمت سے عشقِ رسول کا مدینہ بنا دے۔

آپ جانتے ہیں! بریلوی مکتبۂ خیال کے لوگ آپ کے ان چار علماء (مولوی اشرف علی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی) کو نیز ان کے عقائد کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ان کی تحریروں سے وہ مراد نہیں جو بریلوی حضرات مراد لیتے ہیں اور بریلوی حضرات جو معنی ہماری عبارتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، فی الواقع ہم اس کو کفر سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کا یہ کہنا صرف باللسان ہی نہیں تو مابین پیدا شدہ اختلافات ختم ہو سکتے ہیں، وہ کیسے؟ اس طرح کہ آپ اعلان فرما دیں یا خود یقین کر کے ہمارے ساتھ ہو جائیں کہ جو کچھ بھی قائل امکان کذب خدا، منکر علم غیبِ مصطفیٰ اور منکر ختم نبوت (بایں معنی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہو سکتا ہے اور اگر نبی پیدا ہو بھی جائے پھر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین رہیں گے) ہے۔ ہم اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، ان کے کفریات کی ہم تصدیق نہیں کرتے بلکہ کفریات کے ان مرتکبین کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہوئے ان سے اپنے کو الگ کر رہے ہیں، اور اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتے ہیں، ان کے سارے عقائد و اعمال سے جو ان منکرین کے ہیں۔

یاد رکھیے! اسلام نہ تو علمائے بریلی کا نام ہے اور نہ ہی علماء دیوبند کا۔ بلکہ اسلام نام ہے کتاب و سنت کا اور معیارِ حق موجودہ دور کے علماء نہیں، بلکہ اجماع و قیاس مجتہد ہے۔ پھر آپ اور ہم کیوں لکیر کے فقیر بنے رہیں۔ آپ کے لیے بہتر راستہ یہی ہے کہ اپنے دل و دماغ کو ان خرافات سے (جو ذکر کئے گئے) پاک و صاف کر کے ہمارے ساتھ مجتمع ہو جائیں۔

انور: آپ نے ہمارے خیالات کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔

قمر: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاوید نے ہمارے ارادوں کو پڑھ لیا ہے۔

جاوید: جناب! میں بہت صاف گو آدمی ہوں۔ واقعی اگر ان دونوں مکتبۂ خیال کے لوگوں کو اسلام کا درد ہے اور نورِ اسلام کو مدھم دیکھنا گوارہ نہیں کر سکتے، مغربیت کے بڑھتے سیلاب کو روکنا چاہتے ہیں، کمیونزم کے جراثیم سے نوعِ بنی آدم کو بچانا چاہتے ہیں، عیسائیت کی منظم سازشوں سے قوم کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں، غیر اسلامی جماعتوں کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں تو صرف ایک ہی طریقہ کار ہے کہ "آؤ متحد ہو جائیں"۔

☆☆☆☆☆

برادرانِ اسلام کی خدمت میں مخلصانہ اپیل

از: حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان
بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

برادرانِ اسلام! پیارے بھائیو! دنیا چندروزہ ہے، اس کی راحت ومصیبت سب فنا ہونے والی ہے، یہاں کی دوستی اور دشمنی ختم ہونے والی ہے۔ دنیا سے چلے جانے کے بعد بڑے سے بڑا رفیق وشفیق بھی کام آنے والا نہیں۔ بعد مرنے کے صرف خدا اور اس کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہی کام آنے والے ہیں۔ سفرِ آخرت کی پہلی منزل قبر ہے، اس میں منکر نکیر آکر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اسی کے ساتھ نبی کریم، رؤف رحیم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق مردے سے دریافت کرتے ہیں: ''ما تقول فی حق ھذا الرجل'' یعنی حضور ﷺ کی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہیں کہ ان کی شان میں کیا کہتا ہے؟ اگر اس شخص کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عقیدت ومحبت ہے تو جواب دیتا ہے کہ یہ تو ہمارے آقا ومولیٰ، اللہ کے محبوب، جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان پر تو ہماری عزت وآبرو وجان ومال سب قربان۔ اس شخص کے لیے نجات ہے اور اگر حضور ﷺ سے ذرا برابر کدورت ہے، دل میں آپ کی عزت ومحبت نہیں ہے، جواب نہیں دے سکے گا۔ یہی کہے گا: میں نہیں جانتا، لوگ جو کہتے تھے میں بھی کہتا تھا۔ اس پر سخت عذاب اور ذلت کی مار ہے۔ العیاذ باللہ!

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی محبت مدارِ ایمان اور مدارِ نجات ہے، مگر یہ تو ہر مسلمان بڑے زور سے دعویٰ کے ساتھ کہتا ہے کہ ہم حضور ﷺ سے محبت رکھتے ہیں، آپ کی عظمت ہمارے دل میں ہے، لیکن ہر دعویٰ کے لیے دلیل چاہیے اور ہر کامیابی کے لیے امتحان ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا یہ امتحان ہے کہ جن لوگوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شانِ اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں ان سے اپنا قطع تعلق کرلیں۔ ایسے لوگوں سے نفرت اور بیزاری ظاہر کریں، اگرچہ وہ ماں باپ اور اولاد ہی کیوں نہ ہوں۔ بڑے سے بڑا مولانا پیر واستاد ہی کیوں نہ ہوں، لیکن جب انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں بے

ادبی کی تو ایمان والے کا ان سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی شخص ان کی بے ادبیوں پر مطلع ہو جانے کے بعد پھر بھی ان کی عزت، ان کا احترام کرے، وہ شخص اس امتحان میں ناکامیاب ہے۔ اس شخص کو حقیقتاً حضور کی محبت نہیں، صرف زبانی دعویٰ ہے۔ اگر حضور کی سچی محبت اور آپ کی سچی عظمت ہوتی تو ایسے لوگوں کی عزت وعظمت، ان سے میل ومحبت کے کیا معنی؟ خوب یاد رکھو! پیر اور استاذ، مولوی اور عالم کی جو عزت ووقعت کی جاتی ہے، اس کی محض یہی وجہ ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق اور نسبت رکھنے والا ہے، مگر جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کی، پھر اس کی کیسی عزت اور اس سے کیسا تعلق؟ اس نے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے اپنا تعلق قطع کر لیا، پھر مسلمان اس سے اپنا تعلق کیوں کر باقی رکھے گا؟

اے مسلمان! تیرا فرض ہے کہ اپنے آقا ومولیٰ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت پر مر مٹے۔ ان کی محبت میں اپنا جان ومال، عزت وآبرو قربان کرنے کو اپنا ایمانی فرض سمجھے، اور ان کے چاہنے والوں سے محبت، ان کے دشمنوں سے عداوت لازمی اور ضروری جانے۔ غور کر کسی کے باپ کو گالی دی جائے اور بیٹے کو سن کر حرارت نہ آ جائے تو وہ صحیح معنی میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں۔ اسی طرح اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی ہو اور اُمتی سن کر خاموش ہو جائے، اس گستاخ سے نفرت وبیزاری ظاہر نہ کرے تو یہ اُمتی بھی صحیح معنی میں اُمتی نہیں ہے بلکہ وہ زبانی دعوٰے کرتا ہے جو ہرگز قابلِ قبول نہیں۔

مسلمان ٹھنڈے دل سے فیصلہ کریں اور اپنی صداقتِ ایمانی کے ساتھ انصاف کریں کہ ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو کیا تعلق رکھنا چاہیے، بلا رعایت اور بغیر طرف داری کے کہنا اور یہ بات بھی یاد رکھنا کہ اگر کسی کی شخصیت ومولویت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی رعایت کی تو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ ہے۔ نبی کے مقابلہ میں گستاخ کی طرف داری اور رعایت تمہارے کام نہیں آ سکتی۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمدٍ وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین۔

خاکسار: عبدالعزیز (خادم الطلبہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم، مبارکپور، اعظم گڑھ)

☆☆☆☆☆